رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

غلمنتیں کافور ہوجائینگی اکدن دیکھنا ۔ (عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) میں بھی اک نورانی چہرے کے پرستاروں میں ہوں۔

خداتعالیٰ نے اسبات کے ثابت کرنیکے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اسقدر نشان دکھلائے ہیں۔ کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جاویں توان کی بھی انسے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔۔۔۔ لیکن پھر بھی۔۔۔۔ لوگ۔۔۔۔ نہیں مانتے (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر اور باقی تمام خط وکتابت مینیجر الفضل قادیان دارالامان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو

چندہ مقامی خریداروں سے ساڑھے چار روپے

چندہ غیر ممالک سے سات روپے (۷)

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶)

جلد ۲ | مورخہ ۷ جنوری ۱۹۱۵ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۳۳ھ | نمبر ۹۲

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کو پہلے کی نسبت آرام ہے۔

بیرونجات میں عنقریب واعظین تبلیغ سلسلہ کے لئے بھیجے جائیں گے۔

اس اخبار کے ساتھ قرآن شریف کے درس کے اوراق بھی بھیجے جاتے ہیں جن سے ناظرین کو معلوم ہوجائیگا۔ کہ بہت جلدی تیسواں پارہ ختم ہوجائیگا۔ آیندہ انشاء اللہ شروع قرآن شریف سے درس کے نوٹ چھپنے جائیں گے۔ جنکو نوٹ نہیں بلکہ قرآن شریف کی تفسیر کہنی چاہئے۔ کیونکہ ہر ایک آیت کے معنی اور مطالب مسلسل لکھے جاتے ہیں۔ ان کا پڑھنا ہر ایک احمدی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس لئے اخبار الفضل کے خریداروں کو قرآن شریف کے درس کو حاصل کرنا چاہئے۔

تازہ خبریں

گورنمنٹ ٹرکی نے اپنی پارلیمنٹ سے ایک کروڑ پونڈ کی غیر معمولی جنگی مصارف کی منظوری مانگی ہے۔ سال آئندہ کے بجٹ میں دو کروڑ پونڈ کی کمی پائی جاتی ہے۔

لنڈن ۱۳ جنوری ۔ پیٹرو گراڈ کی سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے۔ کہ قفقاز کی روسی سپاہ اولٹی میں ترکی عقب کی محافظ سپاہ کے ساتھ جانبازی سے لڑ رہی ہے۔

لنڈن ۔ ۱۲ جنوری ۔ ایتھنز کا تار مظہر ہے۔ کہ البانیہ کے باغیوں نے کوہ رسپول کی بلندیوں پر قبضہ کرلیا ہے اور اپنا رخ درازو کی طرف پھیر دیا ہے۔

لنڈن ۱۲ جنوری ۔ آغا خان قاہرہ سے بمبئی روانہ ہوگئے ہیں۔

پیرس ۱۲ جنوری ۔ شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے۔ کہ میدان جنگ کی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جرمنی کے دو ہوائی جہازوں نے پیرس کے قریب پہنچنے کی کوشش کی۔ مگر فرنچ ہوائی جہازوں نے انہیں پسپا کردیا۔

پیرس ۱۱ جنوری ۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جرمن ہوابازوں نے ڈنکرک کے قریب مقام مالوبیر پر بم گرائے۔ جس سے پانچ آدمی ہلاک ہوگئے۔ ایمینز کے قریب جرمن ہوابازوں کا تعاقب کیا گیا۔ اور ایک ہوائی جہاز کو نیچے گرالیا۔ ایک افسر ہلاک اور دوسرا مجروح ہوا۔

لنڈن ۱۲ جنوری ۔ کئی مہینے تک غالب رہنے کے بعد پروشیا کے اولین سوار پھر فلینڈرز میں آگئے۔ اور پلونا کی حفاظت کررہے ہیں۔ گرد ونواح کے تمام باشندے خوف زدہ ہوکر بھاگ گئے ہیں۔

لنڈن ۱۲ جنوری صبح ۔ ٹائمز مظہر ہے کہ کل صبح دو دبار انگلستان میں جرمنی کے ۱۶ ہوائی جہاز پرواز کرتے ہوئے دیکھے گئے۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر شائع ہوا)

جنگ یورپ

(لنڈن ۱۲ - جنوری) پیرس کا تار مظہر ہے کہ چونکہ جرمنوں کو سائسان کی طرف پیشقدمی کرنے میں مزاحمت پیش آئی - اس لئے وہ شہر پر شدت سے گولہ باری کر رہے ہیں - اور وہاں کے بڑے گرجا گھر پر ۴۴ گولے پہنچے ہیں -

پریزیڈنٹ کا اعتماد - پیرس ۱۲ - جنوری - پریزیڈنٹ پوانکیر نے میدان جنگ سے واپس آتے ہوئے مقام ہیزبرک میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب ہمیں پیشتر سے بھی زیادہ اس امر کا اطمینان رکھنا چاہیئے کہ تہذیب و شائستگی وحشیانہ پن غالب آ جائے گی ؎

جرمن حملوں کی پسپائی - لنڈن ۱۲ - جنوری - پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ سائسان کے شمال میں ان خندقوں کے ارد گرد جن پر ہم نے حال میں قبضہ کیا تھا نہایت شدید جنگ ہوئی ہم نے غنیم کے معتدبہ حملوں کو پسپا کیا - اور کسی قدر مزید ترقی کی ؎

پیرس - ۱۲ - جنوری - شاہ بلجیم نے تار کے ذریعہ سے پاپائے روم کی خدمت میں اپنے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ کارڈینل مرسیر کی گرفتاری اور پادریوں کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ سے تقدس مآب کو سخت رنج پہنچا ہوگا - یہ بھی لکھا ہے کہ تمام دنیا میں راستی کا اعلان کرنے کے لئے کارڈینل مرسیر کا طرز عمل میرے نزدیک نہایت قابل تعریف ہے -

جرمنوں کے خونریز حملے - پیرس ۱۲ - جنوری - آج سہ پہر کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ساحل بحر سے دریائے آئزر تک نہایت زور سے گولہ باری ہوتی رہی - غنیم نے سائسان کے شمال میں کئی مرتبہ جارحانہ کارروائی کی - مگر اسے پسپا کر دیا گیا - اور ہم نے جرمن خندقوں کے تین ٹکڑوں پر قبضہ کر لیا - سائسان سے ریمز تک توپ خانہ کی لڑائیاں ہوتی ہیں - ہماری بھاری توپوں نے خوب کام دیا - سوین کے ضلع میں بھی ہمارے توپ خانہ نے نہایت سرگرمی دکھائی - بوسیجور کے دمدمہ پر شدید اور خونریز لڑائی ہوتی رہی - دشمن نے اس دمدمہ کے اندر ایک خندق کھود دی جس کے سرے پر ہم قابض ہیں - لڑائی جاری ہے دشت کانسوائے اور دشت بوشے میں ہم نے غنیم کے حملے پسپا کئے ہمارے دستوں نے سائری بردسیوز کے [illegible]

جرمنوں کو شکست دی - جو موضع سینٹ سودیر کو لوٹ رہے تھے - وادی والیجز اور السااس میں برفانی طوفان چل رہا ہے اور عام طور پر سکوت طاری ہے -

جرمنوں کے تازہ حملے - پیرس ۱۲ - جنوری - گذشتہ شب کی سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ دشمن تمام رات پیری کی سطح مرتفع کے فرانسیسی مورچوں پر جو سائسان کے شمال مشرق میں واقع ہیں - شدت سے گولہ باری کرتا رہا - آج انہوں نے انہیں سے ایک مورچہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے نہایت بے جگری سے حملہ کیا - نتیجہ تاحال معلوم نہیں ہؤا -

(لنڈن ۱۲ - جنوری) مارننگ پوسٹ کا بحری نامہ نگار اس رپورٹ کو کہ جرمنوں کا بحری بیڑا کیل سے روانہ ہو کر ٹکس ہیون اور ہیلیگو لینڈ میں جمع ہو رہا ہے معنی خیز بتاتے ہوئے اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ روسی بیڑے کا اب تک اسپر مزاحمانہ اثر ہو رہا ہے - گو ممکن ہے کہ سرنگوں کی وجہ سے اس کا اثر صرف خلیج فن لینڈ تک محدود رہے یا ساحل جرمنی کو سرنگوں سے محفوظ بنایا جاتا ہے - جرمنی کے بیڑے میں غالباً ۴۳ بڑے جہاز ہیں - جن میں ۲۲ ڈریڈناٹ ہیں - نامہ نگار مذکور کا خیال ہے - کہ جرمنی غالباً اس امکان کی بنا پر برطانوی بیڑہ کے مصروف بیکار رہنا چاہتا ہے کہ توقعات جنگ شاید میرے فتح و نصرت کی تائید کریں - اور شکست کی صورت میں بھی برطانیہ کی بحری طاقت میں معتدبہ کمی آ جائے گی ؎

ہندوستانی بریگیڈوں کا خاتمہ

دہلی ۱۰ - جنوری - ہزاکسیلنسی وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے مفصلہ ذیل چٹھی مورخہ ۷ - جنوری موصول ہوئی ہے - سر جان فرنچ نے بعض ہندوستانی بریگیڈوں کا معائنہ فرمایا اور جنرل ولکاکس نے انکی تقریر کا ہندوستانی زبان میں ترجمہ کر کے سنایا - اور کہا کہ میں جنگی لاٹ کی طرف سے بول رہا ہوں - سر جان فرنچ نے کہا کہ

میں آج تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہؤا - اور میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تم نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دئے ہیں - اور تمہیں بڑی بڑی مشکلات اور صبر آزما موسم کا سامنا کرنا پڑا ہے - تم نے میدان جنگ میں خوب داد شجاعت دی، اور ہندوستانی سپاہ اپنے جیش کی عزت قائم رکھی ہے - فوجی ترتیب اور حسن کارکردگی کے لئے میں تمہارا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتا ہوں - اور امید رکھتا ہوں کہ تم مثل سابق آئندہ بھی اپنا

اعلےٰ کیرکٹر قائم رکھنے کی کوشش کرو گے ؎

(لنڈن ۱۱ - جنوری) رائٹر کے نامہ نگار مقیم پیٹرو گراڈ کو نیم سرکاری اطلاع ملی ہے کہ بحیرہ اسود کے روسی جنگی جہازوں نے ترکی کے جنگی جہازوں حمیدیہ اور برسلا کو مصروف پیکار کر کے سخت ضرر پہنچایا - روسیوں نے سینوپ کی بندرگاہ میں بھی ترکی دو جہاں پر گولہ باری کی - اور تارپیڈوؤں کے گولوں سے دو بادبانی جہازوں کو آگ لگ گئی - جن پر آٹا لدا ہؤا تھا - روسیوں نے کچھ قیدی بھی گرفتار کئے - ہمارے جنگی جہازوں نے طرابزون بلیشانہ اور سرمینہ کی خلیجوں کی بھی تلاشی لی - اور ترکی کشتیوں کو جلا دیا - جن پر مختلف قسم کا سامان لدا ہؤا تھا - انکے علاوہ چار تجارتی جہازوں اور ۱۱ - بادبانی جہازوں کو بھی خلیج رضیہ میں جلا دیا - اور خوپہ پر گولہ باری کی - ترکی کروزر بیک شفقت کے نچلے حصہ میں گولوں سے سوراخ پڑ گئے - اور وہ جوں توں کر کے آبنائے باسفورس میں پہنچ گیا -

ٹوکیو ۱۳ - جنوری - پیننشولا اینڈ اورینٹل کمپنی کا جہاز "نائیل" جزیرہ اداشیمائی کے قریب ہوسرو نامی چٹان سے ٹکرا گیا - مسافر اور جہاز کے تمام افسر اور ملاح بچا لئے گئے - اور ایک جاپانی جہاز نے انہیں مقام کوب میں اتار دیا اور جہاز دو گھنٹے میں غرق ہو گیا - ایک راہنما جہاز ہمراہ تھا ؎

جنگ فرنگ سے اب تک ۴۵ ارب روپیہ کا نقصان پہنچ چکا ہے

اسٹرڈم - ۱۱ - جنوری - جرمن اخبار وورورارٹس نے نہایت احتیاط سے اندازہ لگایا ہے کہ تمام سلطنتوں کے روزانہ جنگی مصارف کا اندازہ ۹۰ لاکھ پونڈ ہے - آج تک تمام جنگی مصارف کی مقدار جس میں صنعت و حرفت کی بندش کے نقصانات بھی شامل ہیں ۳ء۱ ارب پونڈ (۴۵ ارب روپیہ) تک اندازہ کیگئی ہے ؎

پیرس - ۱۳ - جنوری - کل فرانسیسی پارلیمنٹ کا معمولی سشن کے لئے افتتاح ہؤا - اور ممبروں نے حُب وطن میں ڈوبی ہوئی تقریریں کیں - اور یورپ کو اس قابل قدر کارروائی پر مبارکباد دی - کہ حلیف سلطنتیں وحشیانہ امپیریلزم کے مقابلہ میں جو تمام دنیا پر تسلط جمانے کی کوشش کر رہی ہے - تہذیب و شائستگی کی حمایت و حفاظت میں شمشیر بکف ہیں ؎

امسٹرڈم ۱۲ - جنوری - انٹورپ میں تیل کے تین عظیم کارخانے آتشزدگی سے تباہ ہو گئے ہیں ؎

لنڈن ۱۲ - جنوری - ارل کچنر کی ہمشیرہ مسز پارکر نے لنڈن میں سپاہیوں کی بیبیوں کے لئے ایک کلب کا افتتاح کرتے ہوئے بیان کیا کہ جہاں تک میں اپنے بھائی کی متعدد موقعوں کی گفتگو سے سمجھ سکی ہوں [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان۔ دارالامان۔ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۱۵ء

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

ایک دنیادار اور ایک دیندار کی موت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ دنیادار مرتا ہے۔ تو انتہاء غم انتہاء یاس میں اپنے مال اپنے اسباب اور اپنے خویش واقرباء اور اولاد کو روتا ہوا ان کے غم میں گھلتا ہوا۔ ان کے فراق میں تڑپتا ہوا۔ اور دیندار اپنی موت کو وصال یار کی بہترین تمہید قرار دیتا ہے۔ اس کو اپنے مال واسباب کا کچھ غم نہیں ہوتا۔ کہ اس فانی مال واسباب کے بدلے میں بہت عمدہ اور دیرپا نعمتیں جنت الفردوس میں اس کے لئے موجود ہیں۔ اس کی پاک ذریت اور پاک ازواج اس کے ساتھ ملائی جائینگی۔ اور دنیا سے بہتر سے بہتر غلمان وحور وہاں پائیگا پس جب صورتِ حال یہ ہے۔ تو ایک دیندار کو ایک مقام چھوڑنے کا کیا غم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اس سے بہتر و اعلیٰ مقام پانے کی امید کامل رکھتا ہے۔ اور اسے اپنے ازواج و ذریات سے بچھڑنے کا کیا اندیشہ۔ کہ جنت میں اس کے استقبال کے لئے اس سے بہتر ازواج وغلمان حاضر۔ پس وہ جو دنیا میں آرام سے رہنا چاہتے ہیں۔ اور جو اپنے قلب میں ایک اطمینان پیدا کرنے کے خواہاں ہوں۔ انہیں چاہیئے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرکے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردیں تا کہ ہر ایک قسم کے اندیشوں اور خطروں سے نجات پائیں۔ دنیاداروں کی موتیں تو آپ نے کئی دیکھی ہونگی۔ اور آپ نے محسوس کیا ہوگا۔ کہ وہ اور ان کے متعلقین کیسے کرب کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اور کس بیقراری سے روتے دھوتے ہیں۔ مگر یہ رونا دھونا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اور موت کا فرشتہ اپنا کام کرجاتا ہے۔ برخلاف اسکے دینداروں کی موتوں کی دو مثالیں میں اسوقت پیش کرتا ہوں۔ جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں ؛

ہمارے خلیفہ اول حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب وہ وقت قریب آتا ہے۔ تو آپ ذرا بھی خوف وہراس محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی جان۔ جان آفرین کے سپرد کرتے ہیں۔ آپ کی وصیت کے الفاظ سے آپ کی قلبی و ایمانی حالت ظاہر ہے "میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر میں مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے۔ ان کی پرورش (پرورش) یتامیٰ و مساکین سی نہ ہو" ایک بوڑھا دنیادار ایسے حالات میں جان دیتا جس کے بچے چھوٹے ہوتے۔ اور جس کے گھر میں مال نہ ہوتا۔ تو وہ کیا کچھ واویلا کرتا۔ وہ اپنے دوستوں کو بلاتا۔ اپنے رشتہ داروں کو اکٹھا کرتا۔ جن پر عمر بھر میں اس نے احسان کیا ہے ان کو اپیل کرتا۔ کہ میرے بچے تمہارے سپرد ہیں۔ ان کی خبرگیری کرتے رہنا۔ مگر وہ جو محبوب حقیقی سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ فانیوں کے سپرد اپنی محبوب چیزیں نہیں کرتے۔ کیونکہ اول تو کسی کی دلی حالت کا ہی علم نہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ جن اسباب کے بھروسہ پر ان کے سپرد کیا۔ وہ اسباب ہی اس کے پاس نہ رہیں۔ خیالات ہی تبدیل ہوجائیں۔ خود وہ شخص یا اشخاص ہی جلد موت کا شکار ہوجائیں۔ وغیر ذالک اس لئے آپ نے اپنے محسن قدیم اللہ حکیم وعلیم حیّ وقیوم۔ قادر و توانا کو ان کا حافظ قرار دیا۔ کہ سب وفاداروں سے بڑھ کر وفادار ہے۔ پھر وہ اپنے پیاروں کی اولاد تو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ خود ان کا کفیل ہوجاتا ہے۔ میرے دوستو! یہ مقام صدیقیت ہے۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر ایک مقام ہے آؤ! اس کا نظارہ میں تمہیں اس پاک وزبردست شخصیت میں دکھاؤں۔ جو خدا کی مجسم قدرت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اسے وفات کی خبر اڑھائی سال اول ملتی ہے اس وقت وہ برگزیدہ بارگاہ لم یزل۔ حسب ارشاد قرآنی وصیت لکھتا ہے۔ اس میں اول سے آخر تک وہی باتیں ہیں۔ جو اللہ کے دین اور اس کی اشاعت کے متعلق ہیں۔ مگر اپنے اہل وعیال کے گذارہ اور تربیت اور سپردگی کے متعلق کچھ ذکر نہیں۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس جہان میں آیا۔ مگر اس جہان کا نہیں۔ وہ حضرت مسیح کے الفاظ میں آسمان سے آیا۔ اور آسمان پر جانیوالا تھا۔ اسکو اپنا قول یاد ہے۔ ع "آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہوگیا"۔ وہ اپنی کوئی چیز سمجھتا ہی نہیں جس کے متعلق اسے ذرا بھی فکر ہو۔ اس لئے اسکا ذکر اس کی زبان پر آتا ہی نہیں۔ وہ نہ صرف فنا فی اللہ ہے۔ بلکہ باقی باللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کو تبتل تام ہے۔ وہ اپنے محبوب دلستاں کے نظارۂ جمال اور شوق وصال میں ایسا محو ہے۔ کہ اسے کچھ اور نظر ہی نہیں آتا پس وہ ذکر کرے۔ تو کس کا۔ فکر کرے تو کس چیز کا۔ اسے اپنے مولیٰ محسن اپنے رب کریم پر ایسا یقین ہے۔ کہ وہ گمان ہی نہیں کرسکتا۔ کہ میری اولاد ضائع ہوگی۔ انہیں کوئی مشکل پیش آئیگی۔ اور مال واسباب کا کیا ہوگا۔ ہے بھی یا نہیں۔ یہ شان صرف انبیاء کی ہے۔ اور اسی لئے نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث فرمایا۔ ان کا اور ان کی اولاد کا متولی خود خداوند ذوالجلال ہوتا ہے۔ نہ آنہیں خود کسی کے مال پر بھروسہ۔ نہ اپنی اولاد کے متعلق کسی مخلوق پر امید۔ اس اعتقاد اس یقین کے عملی نظارے پہلے بھی ہم نے دیکھے۔ اور اب بھی دیکھ رہے ہیں۔ اور ہمیں صاف دکھائی دیتا ہے۔ کہ کیونکر وہ اپنے پاکوں کی صالح اولاد کو ان کمالات و انعامات کا وارث بناتا ہے۔ اور کس کثرت سے انہیں اپنی غریب نوازیوں اور کرم فرمائیوں سے ممتاز فرماتا ہے۔ اور کسطرح پر ان کے کام خود کرتا ہے۔ یہ ہے پاکوں کی موت۔ کہ اس پر ہزاروں زندگیاں قربان۔ مبارک وہ جو ایسا اسلام لائیں۔ اور ہر ایک طرح پر اپنے مولا ہی کے ہوجائیں۔ کہ اسی اسلام میں ان کی جنت ہے۔ نہ صرف آخرت میں بلکہ اسی دنیا میں۔ جو لوگ ہر قسم کے فکروں ہر طرح کے اندیشوں ہر رنگ کے خطروں سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ اور اسی دنیا میں اپنا گھر بہشت میں بنانا۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی ساری توجہ اپنے سارے اموال اپنے سب تعلقات کو عشق الٰہی کے مذبح پر قربان کردیں۔ اور مرنے سے پہلے مرجائیں۔ تا ہمیشہ کی زندگی پائیں۔ یعنی من اسلم وجہہ للّٰہ وھو محسن۔ کے مصداق ہوں۔ تا لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کے شان نزول بنیں ؛

چند سوالات کے جواب

(جو ایک دوست کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے قلم سے لکھکر بھجوایا)

مکرمی! السلام علیکم۔

آپکے دونوں خط ملے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلسہ پر نہ آنے کا جو رنج ہوا ہے۔ اس کے بدلہ میں جلسہ پر آنے کے برابر ثواب دیدیگا۔ آپنے جو سوالات لکھے ہیں۔ ان کے جواب مختصراً حسب ذیل ہیں۔ سوال ۱ و ۲ کے جواب آخر میں دوں گا۔ کیونکہ بخاری شریف منگوائی ہے۔ اس میں سے حدیث کے لفظ نکال لوں۔

۳۔ آپ کا یہ سوال ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے من اظلم کی آیت سے جو یہ نکالا ہے۔ کہ مکذب آیات اللہ کافر ہوتا ہے۔ تو کیا پھر دوسرے مجددین کے منکر بھی کافر ہوتے تھے۔ نہیں۔ اس کے لئے یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔ کہ (۱) اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جو اللہ پر جھوٹ بولے۔ یعنی جھوٹا الہام بنائے۔ (۲) یا اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جو اللہ کی آیات کا انکار کرے۔ یعنی سچے الہام کا انکار کرے اب اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جھوٹا الہام بنانے والا یا سچے الہام کا انکار کرنے والا دونوں اظلم گروہ میں داخل ہیں۔ یعنی کافر ہیں۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہر سچے الہام کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ بلکہ بہت سے لوگوں کا الہام دوسروں پر حجت بھی نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ باپ کا الہام بیٹے پر حجت نہیں۔ پس اس کا انکار کفر بالکل نہیں۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ اس آیت میں سب الہاموں کا ذکر نہیں۔ بلکہ خاص قسم کے الہاموں کا ذکر ہے۔ جو ہمیں کسی اور آیت کی مدد سے دریافت کرنا پڑیگا۔ اور ہم اس کی دو تشریحیں کر سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر مامور کا الہام مراد ہے۔ اور دوسرے یہ کہ صرف رسل و انبیاء کا الہام مراد ہے۔ قرآن کریم کی وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نبیوں اور رسولوں کے انکار کو کفر قرار دیتا ہے۔ ثابت کرتی ہے۔ کہ اس آیت سے مراد بھی وہی لوگ ہیں۔ پس اس آیت میں نبیوں اور رسولوں کے الہام کا ذکر ہے۔ اور وہی مراد ہیں۔ حضرت مسیح موعود چونکہ اسی گروہ میں شامل تھے۔ اس لئے ان کا انکار بھی اسی آیت کے ماتحت آتا تھا۔ یہ یاد رہے کہ ہر رسول اور نبی مامور ہے۔ ہر مامور رسول یا نبی نہیں اسی لئے حضرت صاحب اپنے آپکو مامور بھی کہتے تھے۔

۴۔ میرا اب تک یہی مذہب ہے۔ کہ صرف انبیاء و رسل کا منکر کافر ہوتا ہے۔ غیر مامور خلیفہ یا مامور خلیفہ کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ بلکہ فاسق ہوتا ہے۔ ہاں اگر اس کا انکار شرارت سے ہوتا ہے۔ یا ایذا رسانی میں یہ شخص بڑھ جاتا ہے۔ تو پھر رفتہ رفتہ اس کا ایمان ضائع ہونے لگتا ہے۔ اور آخر یہ کافر ہوجاتا ہے۔ مگر یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ جیسے کسی کا معدہ خراب ہوجائے اور رفتہ رفتہ قولنج ہوجائے۔ یا اور کوئی سخت مرض ہو کر مرجائے۔ تو وہ موت اس مرض کی ترقی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اصل بیماری موت کا باعث نہ تھی۔ اسی طرح خلیفہ کا انکار ہے خواہ مامور ہو یا غیر مامور اس کا انکار آخر وہاں تک لیجاتا ہے۔ لیکن اصل نام منکر کا فاسق ہی رکھا گیا ہے۔ اور یہ جو میں نے کہا۔ کہ اگر میں مامور ہوتا۔ تو میرے منکر کافر ہوتے۔ یہ مامور و خلیفہ نبی سے مراد تھی۔ کیونکہ مامور اور خلیفہ سے مراد نبی بھی ہوتی ہے۔ اور یہ لفظ عام ہیں۔

۵۔ فاسق کی نسبت جو میں نے کہا ہے۔ کہ وہ بسبب کثرت نیکی کے جنت میں جاسکتا ہے ایمیں اور شہید صاحب اور شاہ صاحب کے قول میں فرق نہیں ہے۔ کیونکہ شہید صاحب سزا کے قائل ہیں۔ اور سزا کا میں بھی قائل ہوں۔ لیکن ایک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ سزا کا ملنا اور چیز ہے۔ اور کفر کی سزا دوزخ اور چیز ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اور نیک اعمال جو کرتے ہیں۔ اس لئے اگر ایک یہ بات نہ مانی۔ یا امام کو نہ مانا۔ تو کیا حرج ہے۔ ایسا آدمی چونکہ باغیانہ خیالات کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔ اس لئے وہ سزا ضرور پائیگا۔ اور ایسے ہی لوگ شہید صاحب کی مراد معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں جو لوگ نیک نیتی سے اور غلط فہمی سے انکار کرتے ہیں۔ اور شرارت اور جھوٹ اور مقابلہ سے بچے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ اس بات کے مستحق ہوں گے۔ کہ اگر ان کے اعمال خاص طور پر نیکی اور تقویٰ میں بڑھے ہوئے ہیں۔ تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں۔ اور اگر اور کسی طریق سے یہ بات سمجھ میں نہ آئے۔ تو مسئلہ شفاعت سے آپ سمجھ سکتے ہیں۔ شفاعت ایسے ہی لوگوں کے لئے ہوگی جن کے اعمال اور نیک نیتی ان کے لئے جنت کے خواہاں ہونگے اور کوئی بڑا جرم بھی ان سے سرزد ہوگا۔ جو غلط فہمی یا جہالت کے باعث ہوگا۔ پس ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ شفاعت کے ذریعہ بخشدیگا۔ شاہ صاحب کے اقوال سے بھی ایسے ہی لوگ مراد ہیں۔ جو اس بناء پر کہ ہم نمازیں پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں۔ ہم تمہارے ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ انکار کر دیتے ہیں یا بدنیتی یا شرارت سے انکار کرتے ہیں۔ یا مقابلہ کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی تشریحات بھی میری تشریح کی تائید کرتی ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا۔ فھذا اوان وجدت انقطاع ابھری من ذالک السم یہ یعصمک من الناس کے خلاف نہیں۔ کیونکہ کوئی ایسا زہر نہیں ہے۔ جو چار سال بعد جاکر کسی آدمی کی جان لے۔ کوئی طب ایسے زہر پر دلالت نہیں کرتی۔ پس یہ مراد تو اس حدیث سے نہیں ہو سکتی۔ اور عقل سلیم اسے تسلیم کرتی ہے۔ کہ آپ کی وفات اس زہر سے ہوئی۔ پھر اس حدیث سے کیا مراد ہو سکتی ہے۔ سو اس سے مراد یہ ہے۔ کہ بعض تکلیفیں جو انسان کو پہنچ جاتی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ ہی رہتی ہیں۔ بعض کا اثر زائل ہوجاتا ہے۔ مثلاً ایک انسان کو تپ چڑھے۔ اور ایک دو دن کے بعد اتر جائے۔ تو اسکا اثر چند دن کے بعد جاتا رہیگا۔ لیکن ایک شخص کا دانت ٹوٹ جائے۔ تو اس کا اثر موت تک رہیگا۔ اسی طرح ایک شخص بڑھاپے کی عمر میں سال تک بیمار رہے۔ تو اس کی صحت پر اس کا اثر باقی رہے گا۔ وہ اس صحت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جو اس کو پہلے حاصل تھی۔ مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گرے۔ اور پھر اس بیماری سے اچھے ہوگئے۔ لیکن آپ کی وفات تک اس بیماری کا اثر رہا۔ اور ایک ضعف رہا۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس گرنے کا اثر آپ نے موت تک محسوس کیا۔ لیکن نہیں کہہ سکتے۔ کہ آپ کی وفات گرنے کے باعث ہوئی۔ یعصمک من الناس سے مراد تو یہ ہے کہ تیری جان پر ان کو قابو نہ ہوگا۔ ورنہ دکھ تو [illegible] نبیوں کو بھی آپ کو

پہنچ گیا۔ یہودیہ کے زہر سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچائی۔ چنانچہ چار سال بعد تک آپ زندہ رہے۔ اور یہ ایک یقینی ثبوت ہے۔ اس بات کا کہ آپ زہر سے فوت نہیں ہوئے۔ لیکن چونکہ بعض زہروں کا اثر خصوصًا سنکھیا کا اعصاب پر ہوتا ہے۔ اس کا کچھ اثر آپ کی صحت پر پڑا۔ یعنی اعصاب میں کچھ ضعف ہو گیا اور اس تکلیف کو آپ نے ہمیشہ محسوس کیا۔ یعنی ضعف اعصاب کو۔ اور چونکہ ضعف میں ضعف اعصاب کی بھی تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ جیسے دیر کا بیمار ہو۔ تو خود بخود اس کے مختلف جگہ پٹھوں میں درد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے۔ تو اس وقت آپ کو پٹھوں کی تکلیف زیادہ محسوس ہوئی۔ اور اسی کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے کہ میرے پٹھے ٹوٹتے ہیں۔ یعنی ان میں تشنج اور درد محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ لمبی بیماری یا ضعیف کر دینے والی بیماری میں اکثر بیماروں کو محسوس ہوتا ہے۔ خصوصًا جن کے اعصاب کو پہلے کوئی صدمہ پہنچ چکا ہو۔ اور آپ کے ساتھ ایسا ہو چکا تھا۔ غرض کہ وہ آپ کی وفات کا باعث نہ تھا۔ بلکہ اس کے باعث آپکے اعصاب کو جو تکلیف پہنچی تھی۔ اس تکلیف کا اعادہ اس بیماری میں طبعًا ہو گیا تھا۔ اور اس سے آیت یعصمک من الناس پر کوئی زد نہیں۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ میری موت اس زہر کے باعث ہے۔ بلکہ انقطاع ابہری کو زہر کا باعث قرار دیا۔

۳۔ سوال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔

اس حدیث سے بہت سے لوگوں کو دھوکا لگا ہے۔ اور وہ اس مشکل میں پڑ گئے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی پر افضل قرار دینا جائز ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں یہ حدیث صاف ہے۔ مگر اس کے سمجھنے کے لئے ایک اصل کو پہلے خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

اور وہ یہ کہ بدقسمتی سے دنیا میں افراط و تفریط کی مرض ہے۔ انسان اپنی غفلت کی وجہ سے بعض باتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ اور بعض کو گھٹا دیتا ہے۔ اور انبیاء کا ایک یہ بھی کام ہوتا ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ وہ اس مرض کے علاج بھی مقرر فرما جائیں۔ مثلًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ نے سوال کیا۔ کہ آپ تو جنتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا کے فضل کے ماتحت یعنی خدا کا فضل ہو گا۔ تو جنتی ہونگا۔ اب اس میں حیرت ہوتی ہے۔ کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قابل نہ تھے۔ کہ جنت میں جائیں۔ مگر بات یہی ہے۔ کہ آپ نے لوگوں کو یہ بتانا تھا۔ کہ بندہ اور خدا کا معاملہ جہاں آپڑے۔ وہاں خواہ کیسا ہی بڑا نبی ہو۔ اسے بندہ کی حیثیت دو۔ خدا تعالیٰ کے حضور میں وہ بھی محتاج ہے۔ اب اس حدیث سے اگر کوئی شخص یہ نتیجہ نکالے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور وہ بھی رحم سے ہی بخشے جائیں گے۔ ورنہ نجات کے مستحق نہ تھے۔ تو یہ اس کی بے وقوفی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا۔ کہ وہ لوگوں کو بتلاتے۔ کہ دربار الٰہی میں میں بھی ایک خادم اور فضل کا محتاج ہوں۔ اور آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔ کہ کرم خاکی ہوں مرے مولا نہ آدم زاد ہوں۔ اسمیں بھی یہی بتایا ہے۔ کہ شان الٰہی کے مقابلہ میں میری کوئی ہستی نہیں۔ ان مثالوں سے آپنے سمجھ لیا ہو گا۔ کہ بعض کلام سے اصل غرض ایک اور نقص کا دور کرنا ہوتا ہے۔ اور اس کلام کے معنی مقابلہ اور معارضہ کے ساتھ کرنے چاہئیں۔ ورنہ دھوکا لگ جاتا ہے۔

اب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ کہ امتوں میں یہ بھی ایک مرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے نبی کو ایسا بڑھانا چاہتے ہیں۔ کہ ہر رنگ میں اس کو ایسا مکمل کہتے ہیں۔ کہ یا تو دوسرے بزرگوں کی اسکے ہتک ہو۔ یا اسمیں صفات الوہیت پائی جائے جیسے مسیحیوں نے مسیح کی فضیلت ثابت کرنیکے لئے دوسرے انبیاء کو گنہگار قرار دیا۔ اس اصل کو سمجھ کر اب آپ اس حدیث کی طرف آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے۔ تو مدینہ میں یہود و مسیحی بھی موجود تھے۔ یہود زیادہ اور مسیحی کم۔ لیکن آس پاس بہت تھے۔ چونکہ مقابلہ تھا۔ اس لئے جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو چڑانے کے لئے کہتا کہ ہمارا نبی سب سے بڑا ہے دوسرا اسکے اپنے نبی کو بڑھاتا ہے۔ اس کا نتیجہ آخر کیا نکلتا۔ دوسرے مذاہب تو پہلے ہی تباہ ہو چکے تھے۔ اسلام بھی تباہ ہو جاتا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دیکھو۔ انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ اور اسطرح اپنی امت کو اس تباہی سے بچا لیا۔ ہاں خود جو مثال دی۔ اس میں اپنی فضیلت بھی بتا دی۔ تاکہ اس سے یہ خیال نہ پیدا ہو۔ کہ رسول اللہ افضل نہیں ہیں۔ اور وہ یہ کہ فرمایا۔ کہ قیامت کے دن موسیٰ سب سے پہلے اٹھیں گے۔ اور وجہ بتا دی۔ کہ غالبًا اس کی وجہ وہ صعقہ ہے۔ جو اس دنیا میں ان کو ہوا جس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ ان کا اٹھنا کوئی حقیقی فضیلت نہیں۔ بلکہ اصل پہلے اٹھنے والے ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔ اور حضرت موسیٰ کا پہلے اٹھنا کسی اور سبب سے ہو گا۔ اسی طرح حضرت یونس کی فضیلت یہ بتائی۔ کہ ان کی سب قوم مسلمان ہو گئی۔ (قرآن میں مذکور ہے) اور آپ نے فرمایا۔ یونس پر مجھے فضیلت نہ دو۔ اس میں بھی اسی طرف اشارہ تھا۔ کہ ایسی ضروری باتیں جن کا کمالات نبوت سے تعلق نہیں۔ ان میں بعض نبی بڑھ سکتے ہیں۔ مگر وہ فضیلت ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص پڑھا ہوا ہو۔ اور رسول اللہ پڑھے ہوئے نہ تھے۔ اور یہ کمال کمالات نبوت سے نہیں۔ اور اپنی فضیلت کی نسبت آنحضرت خود فرماتے ہیں۔ کہ انا سید ولد آدم اور اسی طرح لوکان موسیٰ و عیسیٰ حیین۔ اسی طرح حدیث معراج وغیرہ۔ پس ان سب حدیثوں کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل غرض ایک تو فساد کو روکنا تھی۔ دوسرے یہ کہ چونکہ آپ انسان تھے۔ بشریت کے اظہار کے لئے بعض ایسی باتوں میں جو کمالات نبوت سے تعلق نہیں رکھتیں دوسرے انبیاء بلکہ غیر نبی بھی آپ سے بڑھ سکتے ہیں۔ جیسے میں نے لکھنے پڑھنے کی مثال دی ہے۔ لیکن اس سے وہ آپ سے افضل نہیں کہلا سکتے۔

(۴) حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی غیر شرعی انبیاء گذرے ہیں۔ میں بائیبل کا ایک شوشہ مٹانے نہیں آیا کی مثال آپ ہمیشہ دیا کرتے تھے۔ آپ کا یہی عقیدہ تھا۔ کہ ان لوگوں کو نبوت بلا واسطہ ملی۔ اور مجھے بالواسطہ۔ اور یہی آپ میں اور پہلوں میں فرق تھا۔ تریاق القلوب میں اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا۔ آپ اسکا پھر مطالعہ کریں۔ یا وہ فقرہ لکھیں۔ جس سے یہ مطلب نکلتا ہو۔ پھر کچھ لکھ سکوں گا۔ مجھے یاد نہیں۔ والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

عیسائیوں کے ایک اعتراض کا جواب

لفظ غفر کی حقیقت

(گذشتہ سے پیوستہ)

پہلے حصہ مضمون میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ قرآن شریف نے حضرت مسیح کو اور نبیوں سے مشابہ قرار دیا ہے۔ اس لئے اگر کوئی لفظ خاص طور پر ان کی نسبت نہیں استعمال کیا گیا۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ان میں کوئی خاص خصوصیت ہے۔ اب ہم ایک اور بات کا جواب دیتے ہیں یہ بھی عیسائی صاحبان کو اعتراض ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی نسبت غفر کا لفظ قرآن شریف میں آیا۔ جس سے (نعوذ باللہ) یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ گنہگار تھے۔ اس کے متعلق بھی ہم قرآن شریف سے ہی بتاتے ہیں۔ کہ اس کی کیا حقیقت ہے۔ قرآن شریف نے سارے انسانوں کے لئے استغفار کا لفظ رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ تکاد السموات یتفطرن من فوقھن والملئکۃ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض الا ان اللہ ھو الغفور الرحیم - ۴۲-۳ +

یعنی قریب ہے۔ کہ آسمان ان کے اوپر پھٹ پڑیں اور ملائکہ پاکی بیان کرتے ہیں۔ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور استغفار کرتے ہیں۔ ان تمام انسانوں کے لئے جو زمین میں ہیں۔ خبردار بے شک اللہ ہی ہے۔ جو بخشنے والا مہربان ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ ملائکہ تمام انسانوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اگر ان تمام انسانوں میں مسیح شامل نہیں تھے۔ تو چاہئے تھا۔ کہ ان کو مستثنیٰ کر دیا جاتا۔ اور لکھدیا جاتا۔ کہ باقی تو سب انسانوں کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ لیکن مسیح کے لئے نہیں کرتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ فرشتے بدکار انسانوں کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔ نہ کہ نیک لوگوں کے لئے۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ ویستغفرون للذین امنوا - ۴۰-۷- یعنی وہ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ یعنی فرشتے۔ اور جو اس کے اردگرد ہیں۔ وہ پاکی بیان کرتے ہیں۔ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور وہ اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ جو ایماندار ہوتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ فرشتے ایمانداروں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ پس اگر حضرت مسیح ان میں شامل ہیں تو ان کے لئے بھی ضرور استغفار کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہ کہا جاوے۔ کہ حضرت مسیح کے متعلق استغفار کا لفظ نہیں آیا اس لئے ان کے لئے نہیں کرتے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت زکریا یحییٰ اور الیاس وغیرہ انبیاء کے متعلق بھی نہیں آیا۔ اس لئے اس میں بھی حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی۔

یہاں تک تین باتیں ثابت ہو چکی ہیں۔ (۱) یہ کہ ایک لفظ جو ایک نبی کے متعلق قرآن شریف میں آئے۔ تو باقی انبیاء کو اس سے محروم نہ سمجھ لیا جائے۔ (۲) یہ کہ قرآن شریف نے حضرت مسیح کو دوسرے انبیاء سے شباہت دی ہے۔ (۳) یہ کہ سارے انسانوں اور سارے ایمانداروں کے لئے ملائکہ استغفار کرتے ہیں +

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو لفظ ذنب اور غفر آئے ہیں۔ تو ان کا کیا مطلب ہے۔ عیسائی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت چونکہ غفر کا لفظ آیا ہے اس لئے آپ (نعوذ باللہ) گنہگار تھے۔ لیکن اگر ہم قرآن شریف سے ہی صاف طور پر یہ نکالدیں۔ کہ وہ ہرگز گنہگار نہ تھے۔ تو لفظ غفر کے یہ معنی کہ گناہ کے بعد غفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتے۔

اب ہم غفر کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک لفظ کے کئی معنی ہوا کرتے ہیں۔ اور ایک ہی لفظ کے اپنے اپنے محل اور موقعہ کے مطابق کئی معنی کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک لفظ ہے ٹکٹ۔ ٹکٹ تانگے کا ہوتا ہے۔ ریل کا ہوتا ہے۔ ڈاکخانہ کا ہوتا ہے۔ تھیٹر وں کا ہوتا ہے۔ اور یہ اپنی اپنی جگہ اور موقعہ کے مطابق استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اگر ایک شخص سٹیشن پر جاکر ٹکٹ کلکٹر سے ٹکٹ مانگے۔ تو وہ اسے تھیٹر کا ٹکٹ نکالدے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی ڈاکخانہ سے ٹکٹ مانگے۔ تو وہ اسے ریل کا ٹکٹ نہیں دیں گے۔ پھر اگر کوئی کسی بساطی کی دوکان سے ٹکٹ مانگے۔ تو وہ اسے تانگے کا ٹکٹ دیگا۔ نہ کہ ڈاکخانہ یا ریل کا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ بعض الفاظ کے معانی وسیع ہوتے ہیں۔ اور ان کے معانی سمجھنے کے لئے قرینہ اور قیاس سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی اس کے خلاف کرے۔ تو اسے عقلمند اور دانا نہیں کہا جا سکتا۔ اور نہ ہی کوئی دانا اس طرح کرتا ہے۔ دیکھو سٹیشن پر ٹکٹ مانگنے کے لئے یہ قرینہ ہے۔ کہ وہ ضرور ریل پر سوار ہونے کے لئے ٹکٹ مانگتا ہے۔ اس لئے اسے وہی ٹکٹ دیا جائیگا۔ اور دوسرے ٹکٹ اس کو دینا حماقت اور بیوقوفی ہے۔ اگر کوئی آدمی دسترخوان پر بیٹھ کر کہے۔ کہ گوشت لاؤ۔ تو اسکا ملازم کچے گوشت کا ٹکڑا اٹھا کر لے جائے۔ یہ درست نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی قصائی کی دوکان پر جاکر کہے۔ کہ مجھے گوشت دو۔ وہ اسے کچا گوشت دے۔ تو وہ کہے۔ کہ مجھے پکا ہوا کیوں نہیں دیتے یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ ہر لفظ کے معنے مختلف قرائن کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اور قرائن کے ماتحت معنی کرنا نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ ورنہ بہت بڑا نقص اور خرابی پیدا ہو جائے +

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ جب قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاک متقی اور بے گناہ تھے۔ تو ذنب کے معنی گناہ آپ کی طرف کسی صورت میں بھی منسوب نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے لئے ہم یہ دیکھیں گے۔ کہ آیا ذنب کے معنی لغت میں اور بھی کوئی ہیں یا نہیں اگر اور ایسے معنی مل جائیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مطابق ہوں۔ تو ہم وہی کریں گے۔ اور وہی معنی کرنا ہر ایک عقلمند انسان کا کام ہے۔ فرض کرو۔ کہ ذنب کے معنی لغت سے نیکی کے نکل آئیں۔ جیسا کہ عربی کے کئی الفاظ کے معنی ایک دوسرے کے متضاد بھی ہوتے ہیں۔ جیسے عفو کے معنی بچی ہوئی چیز کے بھی ہیں۔ اور زیادہ چیز کے بھی قسط کے معنی ظلم بھی ہیں۔ اور انصاف بھی۔ تو فرض کرو۔ کہ اگر ذنب کے معنی نیکی کے ہوں۔ تو انصاف یہی چاہیگا۔ کہ جب دوسری کئی جگہوں میں قرآن شریف کہتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار نہیں تھے۔ تو ہم ذنب

کے معنی آپ کے متعلق نیکی کے ہی کریں، ٭

اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دوسری جگہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا فرماتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو جو کچھ تھے ۔ تھے ہی۔ قرآن شریف تو آپ کے صحابہ کرام کی نسبت فرماتا ہے۔ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ ۔ ۸ ۔ ۱۵ ۔ یعنی پس جو کوئی چاہے اس کو (قرآن کو) یاد کرے۔ تعظیم والے صحیفوں میں ہے جو کہ بلند کئے گئے۔ اور پاک کئے گئے ہیں۔ لکھنے والے ہاتھوں میں ہیں۔ اور وہ بزرگ اور نیکوکاروں کے ہاتھ ہیں۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے بتایا۔ کہ قرآن شریف ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جو اصلاح کرنے والے جھگڑوں کے دور کرنے والے بڑے بزرگ بڑے نیک ہیں۔ یہ برائیاں ہرگز نہیں کرتے۔ تو قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جب یہ تعریفیں بیان کرتا ہے۔ تو اس سے ہر ایک عقلمند آپؐ کی شان کو سمجھ سکتا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ لا یمسہ الا المطھرون ۔ ۵۶ ۔ ۸۰ ۔ یعنی قرآن شریف کو مطہر اور پاک لوگوں کے سوا اور کوئی نہیں چھو سکتا۔ اس سے تعلق رکھنے والے اور اس کا علم رکھنے والے نیک اور پاک لوگ ہی ہوتے ہیں۔ یہ بدکاروں کے لئے نہیں ہے اب جبکہ قرآن شریف کے معانی اور مطالب کے سمجھنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ شرط بیان فرمائی ہے۔ کہ وہ ناپاک اور برے نہیں ہو سکتے۔ تو غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ جس انسان پر قرآن اترا ہے۔ اس کا کیا حال ہوگا۔ وہ تو سب پاکوں سے پاک سب نیکوں سے نیک اور سب متقیوں سے متقی ہوگا ٭

پھر قرآن شریف میں آیا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔ ۳۳ ۔ ۲۱ یعنی اس ہمارے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ جو اس کی نقل کریگا۔ وہ پاک اور متقی ہو جائیگا۔ اس آیت سے بھی یہی پتہ نہیں لگتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار نہیں تھے۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ وہ تمام انسانوں کے لئے نمونہ تھے۔ اور ان کا نمونہ پکڑنے والے بدیوں اور گناہوں سے بچ سکتے ہیں۔ پس اگر قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گنہگار قرار دیتا۔ تو پھر یہ کیوں کہتا۔ کہ ان کو اپنا نمونہ بناؤ۔ کیا (نعوذ باللہ) قرآن شریف نے برے نمونے کے لئے لوگوں کو حکم دیا ہے۔ دنیا میں عمدہ بات کو ہی نمونہ پکڑا جاتا ہے ایک کاتب اسی کاتب کے لکھے ہوئے کو اپنے لئے نمونہ بنائیگا۔ جو کہ اس سے اعلیٰ خط رکھتا ہوگا۔ اور جس کی نسبت سب کاتبوں کا اتفاق ہوگا۔ کہ وہ بہت اچھا لکھتا ہے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اپنے سے خراب خط والے کاتب کے لکھے ہوئے کو اپنے لئے نمونہ قرار دے۔ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے لئے اسوہ قرار دیتا ہے۔ اور معمولی اسوہ نہیں۔ بلکہ اسوۃ حسنۃ جس سے بہتر کوئی اور نمونہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جب قرآن شریف آپ کی نسبت یہ بتاتا ہے۔ تو کون نادان ہے۔ جو آپ کی طرف کوئی ذراسی بدی بھی قرآن شریف کے رو سے منسوب کرنے کی جرأت کر سکے ٭

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ما ضل صاحبکم وما غوی ۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ۔ اے وے لوگو! جن کے پاس یہ نبی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) آیا ہے۔ تم کو بتایا جاتا ہے۔ کہ یہ کبھی گمراہ نہیں ہوا۔ اور نہ اس نے کبھی اپنے ہوا وہوس کی پیروی کی ہے اپنی خواہش اور مرضی سے تو یہ کوئی کلام ہی نہیں کرتا۔ اس کے منہ سے تو وہی باتیں نکلتی ہیں۔ جو ہماری وحی کے ماتحت ہوتی ہیں۔ پس قرآن شریف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ کہ نہ انہیں کبھی ٹھوکر لگی ہے۔ اور نہ گمراہ ہوئے ہیں۔ یہ آپ کے چال چلن کی عمدگی کی قرآن شریف نے تصدیق کی

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے۔ وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ یعنی تُو تو ایسے درجہ پر ہے۔ کہ تیرا درجہ حد کو پہنچا ہوا ہے۔ تیرے اخلاق بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہیں ٭

ایک اور جگہ فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ۔ یعنی اے رسول! ان لوگوں کو سنا دو۔ کہ اگر تم یہ چاہتے ہو۔ کہ خدا کے محبوب ہو جاؤ۔ اور خدا تم سے محبت کرے۔ تو تم میری اتباع کرو۔ جب تم میری پیروی کروگے۔ تو ایسے بلند مرتبہ ، جاؤگے۔ کہ خدا تعالےٰ تم سے پیار اور محبت کرنے لگ جائے گا۔ اب بتاؤ۔ جس انسان کی نسبت خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ کہ اگر لوگ تیری اتباع کریں گے۔ تو صرف نیک ہی نہیں بلکہ میرے محبوب ہو جائیں گے۔ وہ خود کونسا درجہ خدا تعالےٰ کے حضور رکھتا ہوگا۔ اس کا تو اتنا بلند درجہ ہے۔ کہ جس کو سمجھنا بھی کوئی آسان بات نہیں ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ۔ ۳ ۔ ۱۵۸ ۔ اللہ نے مومنوں پر بڑا ہی احسان کیا ہے۔ کہ انہی میں سے ان میں ایک رسول بھیج دیا ہے۔ اس رسول کا اتنا بڑا درجہ ہے۔ کہ اللہ کے برہان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور لوگوں کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایک تو بادشاہ ہوتا ہے۔ اور ایک بادشاہ گر ہوتا ہے۔ جس کا درجہ بہت اعلیٰ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ یہ نبی خود ہی پاک نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کے لوگوں کو بھی پاک کرتا ہے ٭

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی کھلی اور بین آیات کے ہوتے ہوئے کس طرح ذنب یا گناہ کا لفظ ہو سکتا ٭

(باقی آئندہ)

نومبائعین

جناب گل باز خان صاحب۔ علاقہ بلوچستان۔
چوہدری شیر جنگ خان صاحب مش ضلع ہوشیار پور۔
شاہ دین صاحب۔ ضلع سیالکوٹ۔
میاں شیان صاحب۔ ″

کچھ اپنی سرگذشت

"ہمارے ایک مہربان دوست جو کہ سلسلہ احمدیہ کے مخلص اور پرجوش فرد ہیں۔ اور جن کا نام ابوبکر یوسف جمال صاحب ہے کئی مہینوں سے قادیان میں ہی تشریف رکھتے تھے۔ اور ان کا ارادہ تھا۔ کہ سالانہ جلسہ پر کچھ اپنے حالات کو کہ کسطرح خدا تعالیٰ اسنے ان کی سلسلہ احمدیہ کی طرف راہ نمائی کی ہے۔ بیان کرتے۔ لیکن ایام جلسہ میں ہی انہیں مجبوری واپس چلا جانا پڑا۔ اور وہ کچھ بیان نہ کر سکے۔ اب انہوں نے ایک مختصر سا مضمون اپنی حالات کے متعلق لکھکر ارسال فرمایا ہے۔ جسے ہم ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ ناظرین کو اس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ جب خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم شامل حال ہوتا ہے۔ تو دشمنوں کے ہاتھوں سے بھی ہدایت ہی پہنچتا ہے" (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان اللہ اشترى من المؤمنين انفسهم بان لهم الجنة۔

میں ارادہ رکھتا تھا۔ کہ کچھ وقت لیکر جلسہ سالانہ میں آیۃ بالا پر کچھ تقریر کروں۔ مگر مجھ کو جلسہ کے پہلے دن ہی بعد نماز جمعہ بسبب جلد روانہ ہو جانے طرف جدہ کے روانہ ہونا پڑے۔

میرا نام ابوبکر یوسف ہے۔ وطن میرا یمن ہے۔ اور تجارت جدہ میں ہے۔ اور بہت برسوں سے جدہ میں بود و باش رکھتا ہوں۔ ۱۳۲۲ھ میں جدہ سے بمبئی میں آیا۔ بعض حاجی گلبرگہ کے حج میں ہم سے قرضہ لیگئے تھے۔ ان کے وکیل نے بسبب تعارف مجھے بمبئی میں بلوایا اسوقت ایک نسخہ ہفوات میرزا تالیف مولوی ثناء اللہ اور ایک نسخہ ازالۂ اوہام اور ایک نسخہ شہادت القرآن تالیف حضرت اقدس مسیح موعود مجھے دیا۔ میں نے پہلے چھوٹا سا رسالہ سمجھ کر ہفوات کو پڑھا۔ معلوم ہوا۔ کہ ایسی متضاد باتیں اچھے آدمی کی نہیں ہوتیں۔ پھر ازالہ اوہام پڑھا۔ تو وہی عبارتیں جو ہفوات میں ازالہ اوہام سے لیکر لکھی گئی تھیں۔ ان کے متعلق معلوم ہوا۔ کہ ثناء اللہ صاحب نے کانٹ چھانٹ کر اور بگاڑ کر لکھی ہیں۔ حضرت صاحب کے کلام میں کوئی متضاد باتیں نہیں۔ اس سے ازالہ اوہام پر یقین ہو گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ تو وفات پا گئے ہیں پھر حضرت مسیح موعود کی صداقت پر یقین ہونا شروع ہوا۔ پس میں استادوں سے اس بارہ میں دریافت کرتا رہا۔ سو بعض نے جواب میں کہا۔ کہ مرزا صاحب کا کلام تو اچھا ہے۔ ولیوں کا ہے مگر مرزا صاحب اچھے نہیں۔ غیر انہی تفکرات میں میں نے خداوند تعالیٰ سے مدد چاہی۔ کہ تو میرے دل کو کھول کر حق کی طرف راہ نمائی کر۔ اس عرصہ میں بہت متفکر اور رنجیدہ خاطر اور بعض وقت قسم قسم کے نظارے خوفزدہ اسلام کے اوپر وارد دیکھ کر بہت گھبراتا تھا۔ اور خداوند تعالیٰ سے کشف کا خواہشمند تھا۔ کہ ۲۶ تاریخ رمضان ۱۳۲۲ھ ہجری کو یہ صبح کی نماز میں پہلی رکعت کے قیام میں غنودگی ہو گئی۔ پھر دیکھتا ہوں۔ جو میرا امام جماعت کا ہے۔ اس کے حلیہ میں میں ہو گیا۔ اور مدد چاہتا ہوں۔ مگر اس کو بدعتوں میں مبتلا دیکھ کر ہٹ جاتا ہوں۔ پھر میرے استاد جو یمن میں مولوی عبد اللہ قائم ہیں۔ ان کے حلیہ میں ہو کر مدد چاہتا ہوں مگر ان کو بھی بدعتوں میں مبتلا دیکھ کر ہٹ جاتا ہوں۔ اسیطرح چھ سات استادوں سے مدد چاہ کر ان کو بدعتوں میں مبتلا دیکھ کر ہٹ جاتا ہوں پھر ایک استاد عالم شافعی المذہب شیخ احمد بن سلمان کو جو حنفی مسجد جو جدہ میں ہیں۔ وہاں دیکھ کر ان سے مدد چاہتا ہوں۔ سو اشارہ ہوا حضرت مرزا غلام احمد کی طرف پس حضرت صاحب کی طرف توجہ کے بعد اشارہ ہوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ پس وہاں سے اشارہ ہوا۔ کہ کلمنا ظالمون۔ پھر میں خداوند تعالیٰ کے حضور میں گر گیا۔ اور دل و جان سے کہا۔ کہ تو ہی کاشف الضر ہے پس کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرا تمام بدن پانی کی طرح ہو گیا اور اوپر سے پانی سے بہت روشن اور شفاف نور نازل ہوا۔ اور وہی روشنی اللہ (یعنی لفظ اللہ) کی شکل پکڑ کر میرے بدن میں سرایت کر کر پھر میری قلب میں داخل ہوئی۔ اور ایک قطرہ قلب کے اوپر سے مانند دبخار کے) جمع ہو کر گر گیا۔ اور میں ہوشیار ہو گیا۔ پس جس وقت یہ روشنی جو لفظ اللہ کی شکل کی میرے قلب میں داخل ہوئی۔ اس کا مزہ اور حظ اور سرور اتنا تھا۔ کہ انسان کی زبان میں طاقت نہیں۔ کہ بیان کر سکے بعد اس نظارہ (کشف) کے جو تفکرات اور خوف میرے حال پر وارد تھا۔ جاتا رہا۔ اور حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو دعویٰ مسیحیت اور مہدویت میں یقیناً سچا جانا۔ اور ملاقات کرنیکا اور قادیان میں آنے کا شوق بڑھتا گیا۔ مگر میرے والد صاحب اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس لئے بہت رنجیدہ رہتا تھا۔ اسی حالت میں ایک دن ایک بزرگ کے مزار کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ دل نے جوش مارا اور روح سے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود پر فدا ہو گیا۔ (یعنی زندگی ان سے بیچ دی) پھر حضرت صاحب کے پاس قادیان حاضر ہونے کے لئے شدید مضطرب رہا۔ مگر بسبب مخالفت جماعت اور عدم اجازت والد صاحب کے قادیان میں جانہ سکا۔ اور بمبئی سے بذریعہ خط بیعت کرنی پڑی۔ بعدہٗ باجازت والد صاحب ۱۳۲۵ھ کے مہینے شعبان میں حضرت صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں قادیان میں حاضر ہو کر شرف مکالمت حاصل کر کے پھر جدہ مع اہل و عیال چلا گیا۔ بعدہٗ بہت سے نظارہ قدرت کے حضرت مسیح موعود ع کی صداقت پر دلالت کرنے والے دیکھنے میں آگئے۔ اور ۱۳۲۵ھ کے حج کرنیکا عزم کیا۔ تو دل نے جوش مارا کہ بہت سے حج کر چکا ہے۔ اب یہ حج حضرت مسیح موعود کی نیت سے کر۔ پس میں نے حضرت مسیح موعود کی نیت سے احرام باندھ کر ۱۳۲۵ھ کا حج ادا کیا بعدہ ۱۳۲۶ھ میں حضرت صاحب علیہ السلام کے وصال کی خبر ملی۔ اور حضرت مولوی نور الدین خلیفہ اول کے جانشین ہونے کی بھی اطلاع ملی۔ اور فوراً دل نے جوش کیا کہ خلیفہ اول حضرت مولوی نور الدین رحمۃ اللہ کے اوپر بھی روح فدا ہو گئی۔ پھر بہت شوق قادیان میں آنیکا اور اولاد کو تعلیم قادیان میں دلانیکا رہا۔ آخر ۱۳۲۸ھ ہجری میں ماہ شعبان میں ہی حضرت مولانا خلیفہ اول کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف مخاطبت حاصل کر کے پھر جدہ کو واپس چلا گیا۔ (پس بعدہ) ۱۳۳۲ھ میں حضرت مولانا نور الدین رض کی علالت کا سنکر ملاقات کے لئے جدہ سے ماہ جمادی الاول میں روانہ ہوا۔ مگر بمبئی میں پہنچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خلیفہ اول رحمۃ اللہ علیہ و رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا اور میاں صاحب خلیفہ ہوئے۔ مگر بعض لوگ خلافت سے انکاری ہیں۔ مگر دل یہی مانتا تھا۔ کہ خلیفہ ضرور ہونا چاہئے۔ اور بغیر خلافت کے سلسلہ ترقی کر سکتا ہی نہیں۔ فوراً بمبئی سے میں نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ اور پھر چند روز بعد قادیان میں میں اور میرا لڑکا محمد سعید یوسف حاضر ہو کر شرف بیعت مکالمہ سے بھی مشرف ہوا۔ الحمد للہ۔ پس اسی دن پھر بیعت کر کے جدہ جانے کو قادیان سے روانہ ہوا۔ پس آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ان اللہ اشترى من المؤمنين انفسهم بان لهم الجنة اس سے یہی مراد ہے کہ امام وقت پر جان اور مال سے فدا ہو جانا۔ پس یقینی اور وجدانی فدائیت کے بعد ایک سرور اور جوش اور نئی زندگی سے بہرہ ور ہوں جو بیان سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ترقی دیوے۔ اور استقامت بخشے۔ آمین ۔